مشرقی پاکستان کے صوفیائے کرام

وقار راشدی ایم اے

حضرت شاہ سید نصیر الدین اولیاء دیناج پور میں آسودہ ہیں آپ بے حد متقی پرہیزگار، پابند صوم وصلوٰۃ اور باریاضت درویش تھے۔ اس لئے عام طور پر نیک مرد کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے آپ کو اکثر لوگ عقیدت واحترام سے نیک بابا بھی کہتے تھے۔

جس مقام پر آپ کی سکونت اور آپ کا آستانہ تھا وہ جگہ "نیک مرد" کے نام سے مشہور تھی۔ اس سے پہلے اس جگہ کا نام بھوبند پور تھا۔ اس زمانہ میں وہ مقام ہندوؤں کی پوجا پاٹ کا مرکز تھا اور وہاں "گورکھوناتھ کا مندر" بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ وہ مندر ہر وقت پجاریوں، پنڈتوں، بھکشوں سے بھرا رہتا تھا۔ بھیم راج اور پرتھوی راج نام کے دو بڑے برہمن ہندو مت کے سربراہ سمجھے تھے۔ گورکھوناتھ کا مندر براہ راست ان دونوں کے زیر نگرانی تھا۔ بھیم راج اور پرتھوی راج وہاں کے بہت بڑے زمیندار تھے۔ ان کی حیثیت راجاؤں کی سی تھی اور ہندو عوام ان کی رعایا کی حیثیت رکھتے تھے ان سے بے حد مرعوب اور خوف زدہ تھے اور غلامانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ ان کے اشارہ پر اٹھتے بیٹھتے اور ان کی مرضی کے بغیر کوئی کام نہ کر سکتے تھے۔ کھیتی باڑی مویشیوں کی پرورش اور روزمرہ کے دیگر کاموں

میں ان کے ساتھ غلاموں کا سا سلوک روا رکھتے تھے۔ ان پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے جاتے تھے۔ ان حالات میں جب کوئی مسلمان اتفاق سے ادھر آنکلتا تو اسکے اپنی بے بس و بے چارگی کی داستان بیان کرتے اور ظالموں کے پنجے سے نجات حاصل کرنے کی ترکیبیں سوچتے۔

حضرت نیک بابا فرشتہ رحمت بنکر اس تیرہ و تاریک دنیا میں پہنچے۔ آپ کی تعلیمات اور اخلاق کریمانہ سے ہندو عوام بڑے متاثر ہوئے۔ انہیں ڈھارس بندھی کہ اب اس عذاب سے نجات مل جائیگی۔ نیک بابا مختلف مقامات پر تشریف لے جاتے اور لوگوں کو مخاطب کرکے رشد و ہدایت فرماتے لوگ بڑی عقیدت سے آپ کے آس پاس بیٹھ جاتے اور ہمہ تن گوش ہوکر آپ کی ایمان افروز باتیں سنتے رہتے آہستہ آہستہ ان لوگوں کے دلوں میں خدا کی یاد جاگزیں ہونے لگی اور پتھر کی مورتی سے متنفر ہونے لگے۔ جب یہ بات بھیم راج اور پرتھوی راج کو معلوم ہوئی تو وہ چراغ پا ہوئے اور حکم دیا کہ اس فقیر کو فوراً راج کے باہر نکال دیا جائے اور کہدیا جائے اگر وہ یہاں رہنا چاہتا ہے تو خدا کی باتیں نہ کرے اور ہمارے مذہب میں دخل نہ دے ورنہ اس کے ساتھ بہت برا سلوک کیا جائے گا۔"

حضرت نیک بابا نے جواب میں ارشاد فرمایا۔

میری زندگی اللہ کے لئے وقف ہے کوئی دھمکی مجھے اس نیک
مقصد سے باز نہیں رکھ سکتی اگر میری جان اللہ کی راہ میں چلی بھی
گئی تو یہ میرے لئے سب سے بڑی سعادت ہوگی۔

بھیم راج اور پرتھوی راج نے جب یہ دیکھا کہ نیک بابا کسی طرح نہیں مانتے تو انھوں نے آپ کو گرفتار کرلیا کو لیک ندی کے اس پار اس کٹیا میں قید کردیا۔ بھیم راج اور پرتھوی راج کے ظلم و ستم کی خبر پھیلتے پھیلتے عرب تک پہنچ گئی تو نیک بابا کی حمایت و مدد کے لئے درویشوں کی ایک جماعت مشرقی پاکستان کے لئے عازم سفر ہوئی اور دیناج پور پہنچی اللہ کے شیروں نے بھیم راج اور پرتھوی راج کی فوج

کا مقابلہ کیا باقاعدہ جنگ ہوئی۔ حق کو فتح اور باطل کو شکست ہوئی۔ دونوں ظالم وجابر حاکم موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ اس وقت سے وہ مقام "نیک مرد" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اہل بنگال نیک مرد سے اس قدر والہانہ عقیدت رکھتے ہیں کہ آپ کو امام الاولیاء بھی کہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ضلع دیناج پور اور گرد و نواح میں حضرت شاہ نصیر الدین نیک مرد نے اسلام کی داغ بیل ڈالی اور آپ ہی کے زمانے سے اس علاقے میں مشائخ دین اور اولیائے کرام کی آمد و سکونت کا سلسلہ شروع ہوا۔ یہ حضرت نیک مرد کی نیکی اور اس مرد مومن کا کرشمہ تھا کہ آپ کے دم سے کفرستان میں شمع توحید روشن ہوئی، بت پرستی کے بجائے خدا پرستی نے لی اسلام کا بول بالا ہوا۔ آج دیناج پور کا چپہ چپہ اللہ اکبر کی تکبیر سے گونج رہا ہے بھیم راج اور پرتھوی راج اس دنیا میں نہیں رہے لیکن "گورکھو ناتھ کا مندر" آج بھی ان کی بت پرستی کی نشان دہی کرتا ہے اور ظلمت ماضی کی یاد دلاتا ہے۔

حضرت نیک مرد کی وفات کے بعد بہت عرصے تک آپ کی قبر یوں ہی پڑی رہی۔ اس کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہ تھا۔ یہ شہنشاہ اورنگ زیب کا عہد حکومت تھا۔ اس زمانے میں اورنگ زیب کا ایک وزیر بنگال آیا تھا۔ اسے یہ خبر ملی کہ سرزمین بنگال میں دیناج پور ایک مقام ہے جہاں حضرت شاہ نصیر الدین المعروف بہ نیک مرد مدفون ہیں مگر آپ کی قبر کی حالت خستہ ہے۔

اس بات کی ضرورت ہے کہ اس قبر کو درگاہ کی شکل دے دی جائے تاکہ ایک بندۂ خدا کا مقبرہ محفوظ ہو جائے اور آنے والی نسل کو یہ یاد رہے کہ اللہ کی راہ میں جینے والے کبھی مرتے نہیں بلکہ ہمیشہ زندہ و تابندہ رہتے ہیں۔ وزیر نے بادشاہ اورنگ زیب کو حضرت نیک مرد کی نیکی و بزرگی کی داستان سنائی۔ بادشاہ بہت متاثر ہوئے اور ایک فرمان کے مطابق حضرت کے مزار کی تعمیر کے لئے تین سو بیگھہ زمین منظور فرمائی وزیر موصوف کے حسب ہدایت شاندار مزار تعمیر ہوا۔ آج بھی ہر سال بیساکھ کی پہلی تاریخ کو نیک مرد کا عرس ہوا کرتا ہے لوگ جوق در جوق شریک ہوتے ہیں اور

اپنے پیر بابا کی خدمت میں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ میلہ تین دن تک لگا رہتا ہے یہ میلہ، میلہ "نیک مرد" کے نام سے مشہور ہے۔

دیناج پور کے اور چند بزرگان دین قابل ذکر ہیں ان کے نام ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

"بنگال اور آسام کے پیر اولیاء کی کہانی" مصنفہ مولانا عبدالحیٰ (بنگلہ) میں ان حضرات کا مختصر حال درج ہے شہر دیناج پور سے چھ میل دور شمالی جانب گاؤں خالوخول میں غازی صاحب، شہر دیناج پور میں حضرت گورالیہ صاحب، نیتوپور سے دو میل شمال کی طرف شینوپور نامی دیہات میں پیر مانک جہاں اور بی بی سویا، نیتھوپور سے آدھ میل جنوب کی طرف دیہات شیودنی نی میں حضرت بالاشہید، نیتوپور سے دو میل جنوبی جانب حضرت پاگل دیوان، شیشار سے دو میل دور مغربی جانب گھاٹ نگر میں حضرت گوراشہید، بابو گھاٹ سے چودہ میل جنوب کی طرف کانتا باڑی مندر میں حضرت پیر صدرالدین، دیب کوٹ درگ سے ایک میل کے فاصلہ پر دھوموندی کے کنارے حضرت مولانا آفتاب الدین قطب پیر گنج اسٹیشن سے پانچ میل دور مغرب کی طرف گوگور دیہات میں حضرت بن پیر صاحب، بالو گھاٹ سے متصل کنچن پور میں ظہیرالدین احمد پیر گنج اسٹیشن کے نزدیک حضرت شیخ سراج الدین اور رائے گنج اسٹیشن سے چھ کوس شمال جانب حضرت حسین موربا لبغدادی کے مزارات ہیں۔
ان کے حالات زندگی اور دینی خدمات کے متعلق تذکروں اور سوانح کی کتابوں میں تفصیلی معلومات نہیں ملتیں۔ تذکرہ نویس اور سوانح نویس خاموش ہیں جن علاقوں میں یہ مردان پاک محو خواب ہیں وہاں کے اہل علم اور اہل قلم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ان حضرات کی سوانح حیات کے بارے میں مزید چھان بین کریں اور ان کے حالات منظر عام پر لائیں اس طرح نہ صرف ان برگزیدہ ہستیوں کے حالات و خدمات سے سوانح و تصوف کے بارے میں گرانقدر اضافہ ہوگا۔ بلکہ یہ علم اور دین کی بڑی اہم خدمت ہوگی۔ اہل وطن ان حضرات کی خدمات کی روشنی میں استفادہ کرسکیں گے اس قسم کے تذکرے ماحول و معاشرے

کی اصلاح و تطہیر کے لئے بڑے کارآمد ثابت ہوتے ہیں۔ زندہ قوموں کا کردار، بزرگان اسلاف نیک کردار اور باعمل زندگی کی بنیاد پر پروان چڑھتا ہے۔ باوقار ہیں وہ قومیں جو اپنے اسلاف کے کارناموں کو تصنیف و تالیف کی صورت میں زندہ رکھتے ہیں۔

حضرت مولانا ابراہیم تشنہ قادری اپنے دور کے جید عالم اور جلیل القدر بزرگ تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۸۹ھ میں بائی آکل گاؤں تھانہ، کاناٹ گھاٹ ضلع سلہٹ میں ہوئی۔ آپ کا لقب شاہ تقی الدین تھا۔ آپ حضرت عبدالرحمن قادری کے فرزند ارجمند تھے۔ سرزمین بنگال میں عموماً اور نواح سلہٹ میں خصوصاً سلسلہ قادریہ کو فروغ دینے میں حضرت عبدالرحمن قادری اور ان کے نور نظر حضرت مولانا ابراہیم علی تشنہ کا خاصہ حصہ رہا ہے۔

حضرت ابراہیم علی تشنہ نے ابتدائی تعلیم مدرسہ پھول باڑی سلہٹ میں حاصل کی آپ کی عقل علم کا فطری شوق تھا۔ اس شوق کی تکمیل کے لئے آپ نے مختلف مقامات میں قیام فرمایا اور علوم فنون کے اساتذہ کرام سے فیضیاب ہوئے فقہ اور حدیث کی تعلیم کے لئے دیوبند تشریف لے گئے۔ وہاں سے فارغ ہونے کے بعد دلی گئے۔ نو سال تک وہاں رہے اور تکمیل تعلیم کے بعد اپنے وطن سلہٹ واپس آئے اور درس و تدریس کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی۔

مولانا ابراہیم علی تشنہ کے دل میں حصول علم کی ایک تڑپ تھی اور ہمیشہ اپنے آپ کو ایک طالب علم سمجھتے رہے۔ ۱۳۲۲ھ میں پھر ایک بار گھر سے باہر نکلے اور دینی علوم کو مزید فروغ دینے کی غرض سے مدرسہ عالیہ کلکتہ کے صدر مدرس مولانا ناظر حسن دیوبندی کے حلقۂ تلامذہ میں شامل ہو گئے۔ علم و عرفاں، تصوف و معرفت کے اعلیٰ نکات سے بہرہ در ہوئے۔ اس کے بعد حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے مرید ہوئے اور کئی سال تک ان کی خدمت چشمۂ فیض سے مستفیض ہوتے رہے۔ حضرت قاری عبداللہ مکی کی صحبت فیض سے بھی فیضیاب ہوئے۔

حضرت مولانا ابراہیم علی تشنہ شعر و شاعری سے بڑا شغف تھا۔ تشنہ تخلص

کرتے تھے جہاں فن تصوف میں ایک بلند مقام رکھتے تھے وہاں آپ کی شاعرانہ حیثیت بھی مسلم تھی۔ آپ کے معرفتی اور مرشدی گیت بڑے مشہور ہیں۔

مشرقی پاکستان کے لوک گیتوں میں معرفتی اور مرشدی گیت کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ ان گیتوں میں خدا، دین، مذہب اور مناظرِ فطرت کا ذکر خاص والہانہ انداز میں ہوتا ہے۔ خدا کی وحدانیت، اس کی صفات قدسیہ اور انسان کی عبودیت ان کے گیتوں کے خاص موضوعات ہیں۔ یہ گیت ابتدا میں درویشوں اور صوفیوں کے فیض وکرامات سے متاثر ہو کر لکھے گئے۔ اور بعد میں یہ خود اولیائے کرام کے اپنے تاثرات وخیالات کا آئینہ دار بن گئے حضرت تشنہ کے معرفتی ومرشدی گیتوں کی تعداد تین سو آٹھ ہے ایک ایک گیت میں تصوف کے نکات اور شریعت ومعرفت کے اسرار ورموز نہایت دلچسپ اور موثر انداز میں بیان کئے گئے ہیں جن کے مطالعے سے روح میں پالیدگی اور طبیعت میں تازگی پیدا ہوتی ہے۔ معبود حقیقی سے والہانہ عشق اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت کے جذبات کو جس پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے اس سے ایمان میں شگفتگی محسوس ہوتی ہے۔

حضرت ابراہیم علی تشنہ پر آخری عمر میں کچھ ایسا عالم مجذوبیت طاری ہوا کہ گھر بار چھوڑ کر گوشہ نشینی اختیار کرلی۔ کنج عزلت میں اللہ اللہ کرتے رہتے عبادت وریاضت میں کچھ اس طرح مست تھے کہ کبھی خود بخود ہنستے رہتے اور کبھی روتے رہتے۔

حضرت تشنہ ایک درویش عامل کے تمام اوصاف سے موصوف تھے آپ ہر وقت اللہ کی عظمت اور اس کی صفات بیان فرماتے۔ سنہ ۱۳۵۰ھ میں ایک سو سال کی عمر میں دارالفانی سے دارالبقا کی راہ لی اور اپنے دوست حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

جلال پور سلہٹ میں آپ کا مزار مقدس مرکز زیارت وروحانیت ہے۔